# جذبہ

05-26-2017

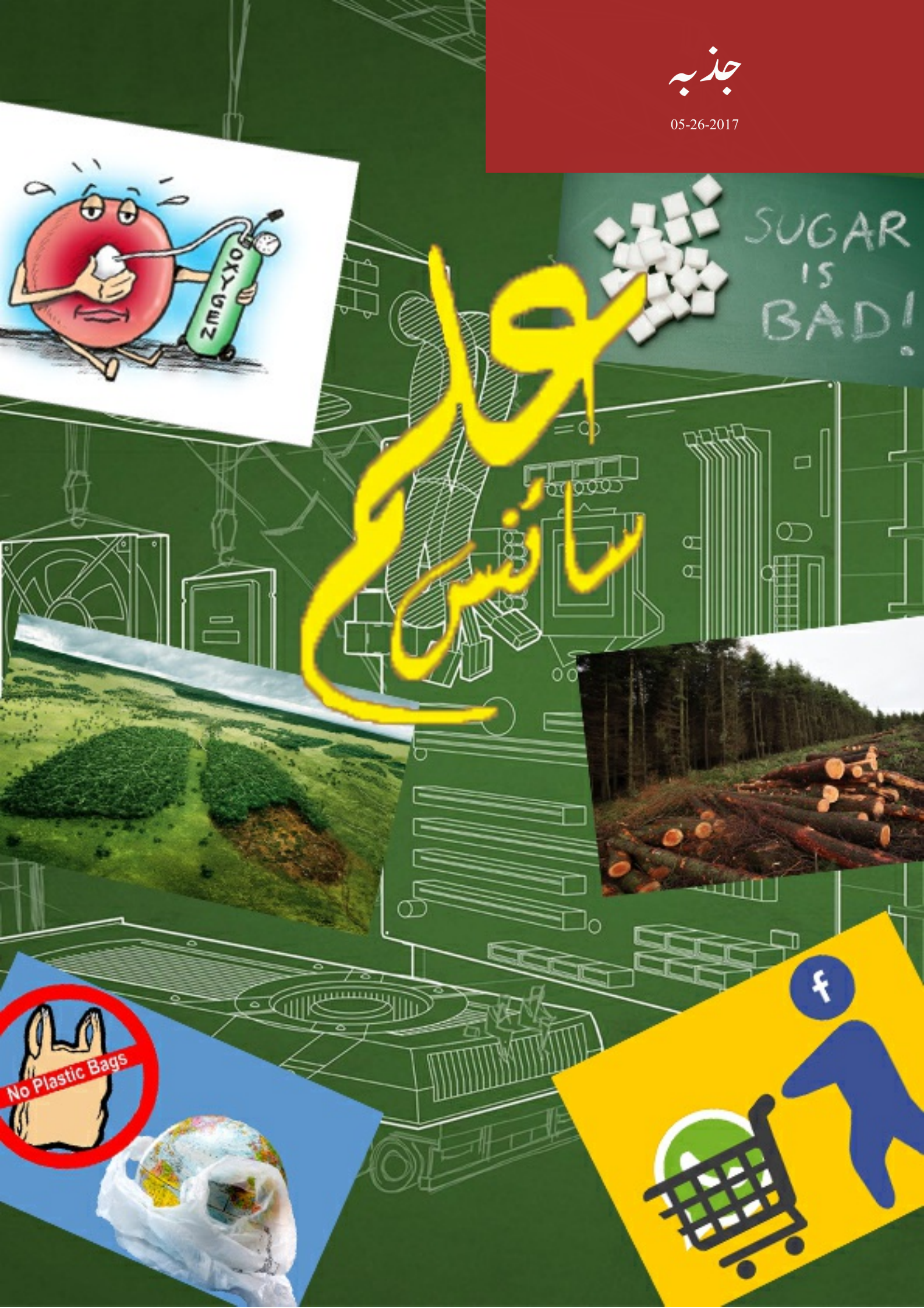


# علم سائنس

# فہرست

## انٹرٹینمنٹ

آخری گولی ..... ۱
فیس بک اور وہاٹس ایپ کا استعمال کتنا مفید، کتنا مضر؟ ..... ۳

## مشہور شخصیات

اعتراف ..... ۵
پولیتھین بیگز ، ایک خاموش قاتل ..... ۶
سیدھا راستہ ..... ۹

## معاشرہ اور ثقافت

میرا بکرا ..... ۱۰

# آخری گولی

مصنف: حاجی بصیر سراج

وہ کل پانچ افراد تھے، تین مرد اور دو عورتیں۔ شام کے وقت ساحلِ سمندر کے ایک ویران گوشے میں، پتھروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے دائیں طرف سمندر کی منہ زور لہریں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں اور بائیں طرف ایک اونچی چٹان سر اٹھائے کھڑی تھی، جو کسی پہاڑی کا باقی ماندہ حصہ تھی۔ چند قدم دور چار پانچ گاڑیاں کھڑی تھیں اس گروپ کے چیف کا نام تھا شفقت اگرچہ شفقت نام کی کوئی چیز اس کے چہرے پر دکھائی نہ دیتی تھی۔ وہ ایک ہٹا کٹا شخص تھا، چٹان کی طرح مضبوط اور پتھر کی طرح پتھریلا۔ چیف نے اچانک پہلو بدلا اور بولا :

"خواتین و حضرات آپ سب ملک کی خفیہ تنظیم کے ارکان ہیں۔ آپ کی مناسب کارکردگی کو مدِنظر رکھ کر آپ کو ایک خفیہ مشن سونپا گیا۔ آپ میری ہدایات کے مطابق اپنا کام احسن طریقے سے سر انجام دیتے رہے مگر پھر ہم میں سے کسی نے ایک "کارنامہ" بھی سر انجام دے دیا، خفیہ سی ڈی کے چند منتخب حصے دشمن کے ہاتھوں فروخت کردیے گئے۔"

چیف پھر اچانک خاموش ہو گیا وہ گرم نظروں سے ایک ایک کا چہرہ پڑھ رہا تھا، ہر ایک کو بری طرح گھور رہا تھا، بات ہی ایسی تھی، ملک سے غداری اور تنظیم سے بے وفائی۔ چیف نے سرد ہوا سے بچاؤ کے لیے عمدہ اونی مفلر لے رکھا تھا۔ اس نے اپنا چرمی تھیلا کھول کراس میں سے ایک سیاہ بڑا پستول نکالا۔اس ماحول میں اس کی کرخت آواز پھر گونجی:

"غداری کی سزا موت ہوتی ہے، آپ سب جانتے ہیں کہ خفیہ ادارے غدار کو موت کے گھاٹ اتار کر دوسرے برے افراد کے لیے عبرت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کیا کسی کو اس بات پر اعتراض تو نہیں کہ غدار کومارا نہ جائے؟"

"نو چیف"چند ملی جلی آوازوں نے سر جھکا دیا۔

"گڈ تو گویا آپ سب اس تنظیم کے اچھے کارکن ہیں۔" چیف نے اپنی جیب میں سے تین گولیاں نکال کر پستول کو کھولا اور اس کے چیمبر میں وہ گولیاں ڈال دیں ۔ پھر پستول کی نال ہوا میں بلند کی اور ٹریگر دبا دیا۔چیف نے دو گولیاں فضا میں چلا کر ضائع کر دیں۔ اب آخری گولی باقی تھی۔

"غدار کی قسمت کا فیصلہ اب یہ آخری گولی کرے گی۔" چیف نے زبان کھولی تو سب کے چہروں پر ایک رنگ آ کر گزرگیا۔ غدار کی نامزدگی کے بغیر ہر ایک شخص اپنے آپ کو مجرم اور غدار سمجھ رہا تھا کہ کہیں غداری کا اس پرکوئی الزام تو نہیں لگ گیا۔

چیف نے پستول دوبارہ کھول کر اس کا چیمبر گھما دیا اور پھرا چانک پستول بند کر دیا۔ اس نے سب کو ترچھی نگاہ سے دیکھ کر کہا۔ "معزز خواتین و حضرات آپ سب شریف، ایمان دار اور پارسا افراد ہیں۔ آپ ملک کی اس خفیہ تنظیم کے ساتھ بھی مخلص ہیں۔ میں کسی بھی فرد پر غداری کا الزام لگا کر اس پر کیچڑ اچھالنا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ یہ بات بہت بڑا "گناہ" ہے کہ کسی پر بہتان باندھا جائے، لہٰذا میں اس آخری گولی کا ہی فیصلہ تسلیم کروں گا دیکھئے، یہ گولی کیا فیصلہ کرتی ہے۔ میں اس عمل کا آغاز خود سے کرتا ہوں۔ میری آپ سب کے لیے دلی دعا ہے کہ آخری گولی صرف غدار کا ہی کام تمام کرے۔ مجھے اس طریقے پر بھروسا ہے۔ میں چند سال قبل بھی آخری گولی کی مدد سے غدار کو سزا دے چکا ہوں بلکہ قسمت غدار کو خود ہی ڈھونڈ لیتی ہے۔"

چیف نے پستول کی نالی اپنی کنپٹی پر رکھی، آنکھیں بند کیں اور پستول کی لبلبی دبا دی

"کلک۔"

اس نے آنکھیں کھول کر خدا کا شکر ادا کیا اور پستول شاد صاحب کے حوالے کیا۔ شاد صاحب نے گہرا سانس لیا اور پستول کی نالی اپنے سر پر رکھ کر پستول چلا دیا

" کلک۔"

شاد صاحب جی کر مراٹھے تھے۔ انہوں نے تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ پستول عبدالقیوم صاحب کے حوالے کر دیا۔ عبدالقیوم صاحب چار بچوں کے باپ تھے انہوں نے زیرِ لب خدا سے دعا کی۔ ساری دنیا ان کے سامنے پل بھر میں سمٹ آئی۔ وہ غدار تو نہیں تھے مگر اس آخری گولی کا بھلا کیا بھروسا۔ انہوں نے خالقِ کائنات کو پکار کر پستول کی نالی اپنے ماتھے پر رکھی اور اس کی لبلبی دبا دی۔

" کلک۔"

وہ بچ گئے تھے۔ انہوں نے دل ہی دل میں شکرانے کے نفل ادا کرنے کا تہیہ کر لیا۔

پستول اب شمسہ کے ہاتھ میں تھا۔ شمسہ سخت گیر عورت دکھائی پڑتی تھی۔ عمر چالیس سال، تین بیٹوں کی ماں اور ایک بوڑھی بیمار ماں کی واحد خبر گیر۔ اس نے پستول تھام کر قدرے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا: "چیف میں غدار نہیں ہوں ، آپ میرا ریکارڈ چیک کر لیں اور کوئی ثبوت مل جائے تو مجھے الٹا لٹکا کر میری چمڑی اتار دیں، پھر مجھے بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیں۔"

"نہیں، آپ تو بہت اچھی ہیں۔" چیف نے طنز کیا۔

"تو پھر؟"

"پھر فیصلہ آخری گولی کا ہو گا، جو اس پستول کے چیمبر میں گھوم رہی ہے۔"

"چیف میرے تین چھوٹے چھوٹے بیٹے ہیں جو رات کے کھانے پر میرا انتظار کر رہے ہوں گے اور میری بوڑھی ماں میرا حد درجہ شریف خاوند۔"

"اوہ آپ مجھے رلانے والی باتیں نہ کریں۔" چیف کی آواز بھی رندھ گئی۔ وہ اگرچہ اداکاری کر رہا تھا مگر کامیاب اداکاری کر رہا تھا۔

چیف کے بے لچک رویے اور بے لحاظ نظروں نے شمسہ کو بتا دیا کہ اس کا فیصلہ اٹل ہے۔ تب اس نے لرزتے ہاتھ سے پستول بلند لیا۔ پستول کی نالی اپنے سر پر رکھ لی اور کلمہ توحید کا ورد کرتے ہوئے لبلبی دبا دی۔

آواز صرف "کلک" کی ابھری

چیف نے اسے نئی زندگی کی مبارک باد دی، جو اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کی۔

پستول اب مس کرن کے پاس تھا۔ کرن تیس سالہ لڑکی تھی۔ اس کے چہرے پر حد درجہ معصومیت کا غلبہ تھا۔ چیف نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔ آخری گولی اس پستول میں جہاں کہیں بھی تھی، گھوم گھام کر پستول کے نالی کے عین سامنے یا بالکل قریب آچکی تھی۔ پستول چار بار چلایا جا چکا تھا اور اب خطرہ نوے فیصد سے بھی بڑھ چکا تھا، آر یا پار والا معاملہ تھا۔

"گولی چلائیں مس کرن" چیف نے اسے حکم دیا۔

تب پستول کرن کی گود میں پڑا تھا۔ اس نے شش و پنج میں مبتلا ہو کر پستول تھام لیا۔ اس نے ذرا ٹھہر کر کہا: "اندھی گولی کا فیصلہ اندھا ہوگا، میں نے کیا کیا ہے چیف کہ مجھے بھری جوانی میں موت کی گھاٹی میں دھکیلا جا رہا ہے۔"

چیف نے سخت لہجہ اختیار کیا: "اس پستول میں چھ گولیوں کی جگہ ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ آخری گولی اب نالی کے سامنے پہنچ چکی ہو۔ معاملہ اگرچہ بہت خطرناک تھا مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے بعد میں پستول کو اپنی کنپٹی پر رکھ کر چلاؤں گا اگر ایسا وقت یا تو"چیف نے ان سب کو دیکھ کر کہا۔ "میں خود کو سب سے پہلے سزاوار سمجھتا ہوں، اس لیے اس عمل کا آغاز میں نے خود سے کیا تھا اور انجام بھی وقت پڑنے پر خود ہی پر کروں گا مس کرن بے دھڑک گولی چلائیں اگر یہ غدارِ وطن نہ ہوئیں تو ان کی زندگی خواب نہیں ہو گی۔"

خوف زدہ کرن خاموش بیٹھی رہی۔

"مس کرن گولی چلائیں، اپنے چیف کا حکم ٹالنا بھی جرم ہے۔"

پھر کرن نے اچانک ہاتھ سیدھا کیا اور گولی چلا دی۔ فضا دھماکے سے گونج اٹھی تھی۔ چٹان پر بیٹھے ہوئے آبی پرندے اور سمندری بگلے اڑ گئے تھے۔ چیف چیخ کر پتھر پر سے نیچے گرا تھا اور اس نے اپنا سینہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔ وہ کراہتے ہوئے ریت پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا ۔ کرن ماہر نشانہ انداز تھی وہ کئی بار نشانہ اندازی کے مقابلوں میں انعام حاصل کر چکی تھی۔ اس نے اپنے فن کا مظاہرہ چیف کے عین دل پر کیا تھا۔ چیف کا حکم نہیں ٹالا تھا۔گولی تو چلائی تھی مگر اپنے سر پر نہیں، چیف کے سینے پر کرن نے وہ پستول پھینک

کر اپنے لباس میں سے ایک مائوزر نکال کر باقی ماندہ افراد پر تان لیا تھا تاکہ کوئی اسے روک نہ سکے۔ وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹ رہی تھی تاکہ چند قدم دور جا کر اپنی گاڑی میں سوار ہوسکے۔ اس نے گھوم کر اپنی گاڑی کی طرف دیکھا اور یہی لمحہ قیامت بن گیا اچانک اسے کسی نے فضا میں گیند کی طرح اچھال دیا۔ وہ منہ کے بل زمین پر گری تو مائوزر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا ۔ اس کو شاد صاحب نے اپنے شکنجے میں قابو کر لیا۔ اس پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ خاک میں غلطاں چیف پتھر پر پائوں دھرے کھڑا تھا اور اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔چیف کے ہاتھ میں ایک چھوٹا پستول تھا جو اس نے یقینا اپنے اونی مفلر میں سے نکالا تھا وہ آخری گولی سے بچ نکلا تھا۔

چیف نے کہا: "مجھے تجھ پر پہلے ہی یقین کی حد تک شک تھا۔ میری خفیہ اطلاع کے مطابق تو نے ہیروں والے زیورات خریدے ہیں اور دنیا کے ایک مہنگے شہر میں بنگلہ بھی۔ کرن بی بی وہ آخری گولی، پٹاخا گولی تھی۔ میں اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ غدار تلاش کرنے کے لیے اندھی گولی کی مدد لیتا۔ میں نے جب چیمبر کو گھمایا تو بند کرتے وقت میں نے پستول کا چیمبر اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی مدد سے یوں روکا تھا کہ پٹاخا گولی پانچویں خانے میں تھی۔ میں نے تم لوگوں پر نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا اور یوں غدار لڑکی پکڑی گئی۔"

کرن جب تم مائوزر تھام کر قدم قدم، الٹے پائوں پیچھے ہٹ رہی تھی تو میری طرف تیرا دھیان نہیں تھا اور جب تم نے گاڑی کی طرف پلٹ کر مجھے ایک لمحہ دیا تو میں نے تجھے اٹھا کر فضا میں اچھال دیا، شاید تیرے علم میں نہ ہو کہ میں ایک ماہرِ نفسیات ہوں اور نجا ماسٹر بھی۔"

§§§

# فیس بک اور وہاٹس ایپ کا استعمال کتنا مفید، کتنا مضر؟

مصنف: اسد احمد

عام طور پر کوئی بھی چیز فی نفسہ اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ اس کی اچھائی یا برائی اس کے اچھے یا برے استعمال پر موقوف ہوا کرتی ہے ۔ یہ ضابطہ جہاں دنیا کی عام چیزوں میں جاری اور عملا نافذ ہے، وہیں فیس بک اور وہاٹس ایپ سمیت سوشل میڈیا کی دنیا بھی اس کلیہ سے مستثنی نہیں۔ اگر ان دونوں کا صحیح استعمال ہوتو ہم کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغ اسلام ، اصلاح معاشرہ ، صالح تفکیر، حسن تدبر، مشاورت، مراسلت، تاثیر و تاثر اور تعمیم افکار کا بہترین ذریعہ ہیں، جن سے پوری دنیا جڑی ہوئی ہے۔ اور سالوں بلکہ عمروں میں کیا جانا والا کام ان کے توسط سے گھنٹوں میں کیا جاسکتا ہے۔ ایک کلک اور چند ساعتوں کی کھپت وہ گل کھلا سکتی ہے جس کا کل تک کوئی تصور بھی نہیں تھا۔ اس دعوے کی دلیل کے طور پر ابھی ماضی قریب میں مصر میں پیدا شدہ انقلاب کی مثال پیش کی جا سکتی ہے، جس کے پیچھے بنیادی طور پر مکمل کردار فیس بک کا تھا۔ فیس بک کے واسطے سے ہی ڈکٹیٹر شپ کے خاتمے کی فکر عام ہوئی، اسی سے ذہنوں میں تبدیلی کا سور پھونکا گیا، اسی کے ذریعہ تغیر پسند لوگوں کی ٹیم تشکیل پائی اور پھر اسی سے بڑی شیرازہ بندی کے ساتھ احتجاجی جماعتیں وہاں کے تحریر چوک میں جمع ہوئیں۔ جس کے عظیم اور انقلابی نتائج کس روپ میں ظاہر ہوئے؟ اسے پوری دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ مدتوں مطلق العنانی کا شکار رہی زمین مصر کی مکمل تاریخ کا یہ اتھل پتھل کیا فیس بک کا جادوئی کرشمہ نہیں؟ یہی وجہ ہے کہ اس سے متاثر ہو کر وہاں ایک آدمی نے اپنی بچی کا نام فیس بک رکھا ۔

یہ مثبت پہلو تھا جبکہ اگر اسی واسطے کو غلط ڈگر پر ڈال دیا جائے تو تاریخ نے دیکھا ہے کہ اسی فیس بک نے ہزاروں گھر بھی اجاڑے ہیں، طلاقیں بھی کروائی ہیں اور جانیں بھی لی ہیں۔ ماڈرن ایج کے میاں بیوی فرضی آئی ڈی سے ایک عرصے تک باہمی چیٹنگ کرتے رہے اور آخر ایک دن جب ملاقات کے لیے دونوں ہوٹل پہنچے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اورمدتوں جاری رہی فحش چیٹنگ کے اپنے ہی کرتوتوں کو یاد کر کے دنگ رہ گئے اور پھر اسی دم اسی جا طلاق لے دے کر ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے ۔ کئی بار یہی صورت حال باپ اور بیٹی کے درمیا ن میں بھی پیدا ہوئی اور باپ جہاں اپنے کالے کرتوتوں پر پشیماں ہوا وہیں اپنی بیٹی کے کردار پر بھی انگشت بدنداں رہ گیا جبکہ بچی بھی باپ کی اس کارستانی پر پانی پانی ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔

راقم السطور ابھی زیر نظر مضمون لکھ ہی رہا تھا کہ فیس بک نے اسی کے ساتھ ایک بڑی چوٹ کر دی ۔ ہوا یوں کہ ایک دوست نے فون پر اطلاع دی کہ ایف بی پر اپنا پروفائل نام چیک کیجیے کسی نے پاس ورڈ ہیک کر کے ''خالد ایوب مصباحی '' کی جگہ ''خالد ایوب مصباحی ہندو'' کر دیا ہے۔ دیکھا تو حیران رہ گیا ۔ حیرانی کے ساتھ مزید پریشانی اس وقت ہوئی یہ جب ایڈٹنگ کے تعلق سے یہ قانون دیکھنے کو ملا کہ پروفائل نام میں ایک بار ترمیم کرنے کے بعد ساٹھ دن سے پہلے دوبارہ کوئی ترمیم نہیں کی جا سکتی۔ نہ جائے ماندن ، نہ پائے رفتن۔ بالکل یہی خرافات کئی ایک دیگر دوستوں کے ساتھ بھی کی گئی تھی اور ہر ایک کے ساتھ بس یہی ہوا کہ نام کے آخر میں ''ہندو'' کا لفظ بڑھا دیا گیا تھا۔

فیس بک پر اس طرح کی رذیل حرکتوں کے نتیجے میں ملک کئی بار سنگین حالات کا شکار ہو چکا ہے لیکن شرارت پسند عناصر اپنی فطرت سے مجبور معلوم ہوتے ہیں ۔ ملک کے طول وعرض میں ہر دن کہیں نہ کہیں اس تعلق سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو ہی جا تا ہے اور ایک طبقے کی نا پاک ذہنیت یہی ہے کہ یہ سلسلہ تھمنے نہ پائے ۔

آئے دن پیار کی شادیوں کے نام پر ڈھونگ رچنا اور صرف دو مطلب پرست نو جوان مرد اور دوشیزہ کا اپنے پیدا کرنے والے ماں باپ سمیت پورے کنبے اور تمام تعلق داروں سے ہمیشہ کے لیے رشتے ناطے توڑ لینا، نئی دنیا کے لیے ایک دل چسپ مشغلہ سا بن چکا ہے۔ اور اس میں شاید کسی کو تامل نہ ہو کہ یہ پورا کھیل زیادہ تر فیس بک کی دین ہوتا ہے۔ پہلے فیس بک سے دوستیاں ہوتی ہیں، باہمی تصویروں کا تبادلہ ہوتا ہے، چیٹنگ ہوتی ہے اور پھر موبائل فون کے ذریعہ رابطہ ہوتا ہے۔ اسکولز اور کالجز کی آزادیاں ملنے ملانے کا موقع فراہم کرتی ہیں ۔ بچوں کی غیر ضروری مصروفیات سےماں باپ کی لا تعلقی راستے کا ہر روڑا ختم کر دیتی ہے اور پھر شادی ہو یا نہ ہو وہ سب کچھ ہو جاتا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔

فیس بک اگر چہ کوئی بہت پرانی ایجاد نہیں لیکن اگر اس نو مولود ایجاد کی یہی چندسالہ مختصر سی تاریخ دیکھی جائے تو اس قسم کے سیکڑوں نہیں ہزاروں واقعات ، حوادث اور کرشمے ملیں گے جبکہ لگ بھگ یہی صورت حال دیگر سوشل سائٹس کی ہے ، فرق اتنا ہے کہ فیس بک اپنی نسبتا قدامت و عمومیت اور بے پناہ مقبولیت کی بنیاد پر زیادہ چرچوں میں رہا اور دوسری سائٹس کو وہ حیثیت نہ حاصل ہو سکی۔ جبکہ ادھر جب سے وہاٹس ایپ کی ایجاد ہوئی ہے ، اس وقت سے فیس بک ہی کی طرح اسے بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ اور اس پذیرائی کا بنیادی سبب ہے اس سائٹ کی سہولت۔ لیکن اس کا عموم بھی لگ بھگ رفتہ رفتہ وہی تاریخ دوہرا رہا ہے جو فیس بک کا ریکارڈ رہی ہے ۔ وقت کا ضیاع، پیسوں کی بربادی، نظریات کی جنگ اور برائیوں کی تعمیم ، اس کے واضح نقصانات محسوس کیے جا رہے ہیں۔

اخلاق و کردار پر منفی اثرات مرتب کرنے کے علاوہ ان سوشل سائٹس کا جو دوسرا خطرناک پہلو ہے وہ ہے صحت اور معیشت پر غیر معمولی اثر اندازی ۔ جس شخص کو ان چیزوں کی لت لگ جاتی ہے ،د یکھا یہ جاتا ہے کہ اگر وہ کوئی بالغ نظر، ذی شعور اور قوت فیصلہ کا حامل فرد نہیں تو پھر گھنٹوں گھنٹوں ان میں یوں کھپا دیتا ہے جیسے زندگی کا کوئی اہم ترین مشغلہ ہاتھ لگ گیا ہو۔ ظاہر ہے اس سے جہاں وقت اور پیسوں کی بربادی ہے وہیں موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ کی اسکرین پر مسلسل نظریں جمائے رہنے سے قوت بصارت اور مسلسل ہاتھ کی انگلیاں چلانے سے ان پر جو گہرے ضرر رساں اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ بھی کسی لعنت کے طوق سے کم نہیں۔ جبکہ اس قسم کی سائٹس کا عام استعمال کمپیوٹر کی بجائے موبائل سے ہوتاہے اور موبائل کی چھوٹی اسکرین کمپیوٹر کی اسکرین سے کئی گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ پیسوں کی بربادی کے لیے اتنا کافی ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے کمپنیوں نے ان چیزوں کی لت لگانے کے بعد نیٹ پیک کے دام جس تیزی سے بڑھائے ہیں وہ اس پورے طبقے کے لیے بے پناہ تشویش کا سبب بنا ہوا ہے اور اس تعلق سے کچھ آن لائن تو کچھ آف لائن احتجاجات بھی ہو چکے ہیں۔

خیر! یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ عام طور پر ہر چیز میں نفع و نقصان کے دونوں پہلو ہوا کرتے ہیں ۔ سوشل سائٹس کے بھی یہی دونوں رخ ہیں جن کی ہلکی سی جھلک ہم نے اوپر دیکھی۔ اب ہم یہاں ان سائٹس کے استعمال کے کچھ اصول و آداب ذکر کر رہے ہیں جن کی رعایت سے امید ہی نہیں کامل یقین

کی حد تک ضرر رساں پہلوؤں سے بچا سکتا ہے ۔

سوشل سائٹس کے استعمال کے اصول و آداب:۔ (۱) ضرورت بھر استعمال کریں : یعنی صرف ضروری گفتگو کے لیے یوز کریں۔ (۲) ضرورت پر استعمال کریں: یعنی فضول چیٹنگ، گپ شپ، مضحکہ خیزیوں اور چوں چرا میں وقت ضائع نہ کریں کیوں کہ بہر حال یہ سب ضرورت کی چیزیں ہیں ، دل چسپی کی نہیں اور وقت سے قیمتی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس کے لیے بہتر ہوگا کہ ان کے استعمال کے لیے کوئی وقت مختص کر لیا جائے ۔ (۳) ٹائم ٹو ٹائم یوز کریں ، اپنی ٹائم اسی میں الجھا رہنا نہ دانش مندی ہے اور نہ ضروری۔ (۴) اہل خانہ کے لیے مخصوص اوقات ہر گز ان میں صرف نہ کریں، کیوں کہ یہ جہاں عقلا جائز نہیں ویسے ہی اس سے پہلے شرعا نا جائز ہیں۔ (۵) اسی طرح عبادات یا دیگر متعینہ اوقات جیسے ڈیوٹی کے ٹائم وغیرہ ان میں ہر گز صرف نہ کریں ۔ (۶) ضرورت تک استعمال کریں: فحش تصاویر شیئر تو بہر حال نہیں کرنا ہے لیکن بھول چوک سے بھی ان کو زوم کر کے تفصیل کے ساتھ دیکھنا بھی نہیں ہے کیوں کہ بارہا نادانی میں اس طرح کی تصویریں لائک ہو جاتی ہیں جو ہماری پروفائل دیکھنے والوں یا عقیدت کیشوں کے لیے تنفر اور بد گمانی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ (۷) بلا ضرورت کمینٹ کرنا، کسی کو چھیڑنا اور خواہ مخواہ کسی کا بچولیا بننا معقول نہیں۔ (۸) اگر کوئی معقول بات یا معقول تصویر ہو تبھی شیئر کریں ، ورنہ خواہ مخواہ اپنے شوق کی تکمیل کے لیے دنیا کے لیے درد سر بننا دانش مندی نہیں۔ (۹) معقول بات شیئر کرتے وقت بھی یہ دیکھ لینا چاہیے کہ آپ کی شیئر کی ہوئی بات کسی بھی طور پر کسی کے لیے دل آزاری کا سبب تو نہیں؟ (۱۰) پرسنل باتیں شیئر کرنا حماقت ہے جیسے: میں فلاں جگہ روانہ ہو رہا ہوں، فلاں جگہ پروگرام میں ہوں، فلاں سے مل رہا ہوں وغیرہ ، کیوں کہ یہ سب پرسنل سائٹس نہیں ، سوشل یعنی قومی ہیں اور عام ہیں اور عا م جگہ پر خاص گفتگو کہاں کی عقل مندی ہے؟یہ وبا عام طور پر پائی جاتی ہے ، اس کا علاج ہونا چاہیے۔ (۱۱) کسی بھی نظریے یا فکر سے اختلاف ہو تو بڑی سنجیدگی سے اس کا اظہار ہونا چاہیے کیوں کہ جس طرح ہمارے سامنے کوئی نہیں، اسی طرح پس دیوار کتنے ہیں، کیسے کیسے ہیں اور کون کون ہیں ؟ ہمیں کچھ نہیں معلوم، اس لیے احتیاط اور سنجیدگی کا دامن یہاں ہر گز نہ چھوٹے ۔ فیس بک پر یہ لحاظ بھی بہت کم لوگ کر پاتے ہیں اور یہیں سے بے وقوفی یا عقل مندی کا پہلا ثبوت فراہم ہوتا ہے ۔ (۱۲) اگر ہو سکے تو خدمت خلق اور خوش نودی رب کے لیے استعمال کریں مثلا: کسی کے تعاون کے لیے، کسی کی دینی ، دنیوی، تعلیمی، سماجی، رفاہی ، رہ نمائی کے لیے، کسی اہم اطلاع کے لیے، کسی سروس وغیرہ کے آفر کے لیے وغیرہ وغیرہ۔ (۱۳) ممکن ہو تو عادت بنائیں کہ دینی باتوں کو معقول ، مستحکم، قابل اطمینان اور مدلل انداز میں پیش کر سکیں، پیش کش ایسی ہو کہ اولا تو کسی کو اعتراض ہی نہ ہو اور اگر کسی کو کوئی اعتراض ہوتو بڑی معقولیت اور سنجیدگی سے اس کا شافی حل پیش کریں اور انداز بہر حال حکیمانہ اور داعیانہ ہو۔

تبلیغ دین کا یہ کام ان حقوق کی رعایت کے ساتھ ہر مسلمان کو بالعموم اور علما کو بالخصوص کرنا چاہیے اور ضرور کرنا چاہیے۔ کیوں کہ شاید ایسے آسان اور دل پذیر ذرائع سے زیادہ موثر ذرائع تبلیغ اور نہ مل سکیں۔ اور اس قسم کے ذرائع سے متاثر ہو کر آدمی سائیکلوجیکل طور پر جتنا جلدی اثر پذیر ہوتا ہے کبھی کبھار بالمشافہ افہام و تفہیم کے ذریعہ بھی اتنا متاثر نہیں ہوتا ۔ یہ کام اس لیے بھی ضروری ہے کہ بد باطن لوگ اپنے باطل نظریات کے فروغ کے لیے ان سوشل سائٹس پر حشرات الارض کی طرح بکھرے پڑے ہیں ، دل کش اور دل فریب ٹائٹلس کے ساتھ نت نئے گروپس، قسم قسم کے بلاگھس، طرح طرح کی لنکس اور اب تو انڈروئڈ مارکیٹ نے سافٹ ویئرس کی ایجاد کو بھی اتنا سہل کر دیا ہے کہ ہر طرح کا مواد ویب سائٹس اور گوگل وغیرہ کی مدد کے بغیر ڈائرکٹ سافٹ ویئرس کے روپ میں مل جاتا ہے ۔ اس کا ایک بڑا نقصان جوہوا ہے وہ یہ کہ عام آدمی کے لیے اس مارکیٹ سے کسی بھی سافٹ ویئر کو ڈاؤن لوڈ کرنے سے پہلے یہ امتیاز کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے کہ کھرا کون سا ہے اور کھوٹا کون سا؟ ایسے میں سب سے بہتر تو یہی ہے کہ ہمارے لوگ بھی انڈروئڈ مارکیٹ کا پورا فائدہ اٹھائیں اور جماعت اہل سنت کے انڈروئڈ سافٹ ویئرس زیادہ سے زیادہ اویلیبل ہوں ۔لیکن اگر علی الفور یہ نہیں کیا جا سکتا تو کم سے کم یہ ضرور ہونا چاہیے کہ وہاٹس ایپ گروپس ، چھوٹے چھوٹ ویڈیوز کی کلپس، ایک ایک عقیدے اور مسئلے کی چھوٹی چھوٹی امیجز وغیرہ بکثرت ہوں جن کی تحصیل بھی آسان ہو اور ان سے استفادہ بھی سہل۔ کیوں کہ اب طول طویل باتیں سننے سنانے اور پڑھنے پڑھانے کا زمانہ لد گیا ۔ دنیا اب وہ پڑھنا چاہتی ہے جس میں محض ایک نظر سے کام ہو جائے ، دوسری نظر اٹھانے کی بھی ضرورت نہ محسوس ہو، جنھوں نے یہ سہولت دی ہے ، وہ بڑھ رہے ہیں اور جنھوں نے اپنے آپ کو ان آسانیوں کے دور میں بھی زمانے کے دوش بدوش نہیں کیا وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہتے چلے جا رہے ہیں ۔ اور اگر اس پسماندگی کا احسا س نہ کیا گیا تو خدا نخواستہ وقت نکل جانے پر سوائے حسرت کے اور کوئی یارا نہیں ہوگا۔ اس لیے جو ان میدانوں کے آدمی ہیں انھیں ان میدانوں کو سنبھال لینا چاہیے اور پھر سنبھل کر بیٹھ جانا چاہیے۔

اخیر میں بطور تشویق شاید اس بات کا ذکر بے جا نہ ہو کہ فقیر راقم السطور نے تقریبا سال بھر پہلے وہاٹس ایپ پر ''آن لائن مفتی'' نامی ایک گروپ بنایا تھا جس کا مقصد تھا عوام کو جوڑنا اور پھر ان کے دینی سوالات کے جوابات دینا۔ الحمد للہ اس گروپ کو اتنی مقبولیت ملی کہ یکے بعد دیگرے '' آن لائن مفتی''ایک، دو، تین کرتے کرتے چھ گروپ بنانے پڑے جو تا دم تحریر اپنا کام کر رہے ہیں اور کامیاب ہیں۔ ان گروپس کی اتنی شہرت ہوئی کہ جہاں ہندوستان کے کونے کونے سے لوگ ان سے وابستہ ہیں وہیں سعودی عرب، دوبئی، کویت، امریکہ، افریکہ، فیجی سمیت کئی ملکوں کے افراد استفادہ کر رہے ہیں۔ ان گروپس کا بنیادی مقصد عوام کی دینی گائڈنگ تھا اور جڑنے والا ہر ممبر اسی کا پابند لیکن رفتہ رفتہ یہاں وہ سب باتیں ہونے لگیں جو عام طور پر دار الافتاؤں میں ہوتی ہیں۔ روز مرہ کے مسائل، غیر مقلدوں کے بالمقابل احادیث ، جدید مسائل، اوراد و وظائف اور دیگر معمولات و معاملات وغیرہ۔ اب اسی سلسلے کو فقیر کے ہندی ماہ نامہ ''احساس'' جے پور، میں سلسلہ وار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس تجربے کی روشنی میں یہ کہنا صد فیصد بجا ہے کہ عوام آج بھی پیاسی ہے اور متلاشی ہے۔ اور اس ناحیہ سے راہ بروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ جدید تقاضوں سے لیس ہو کر ساقی کا کردار ادا کریں۔

سر دست ان سائٹس کے ذریعہ جو کام بڑی آسانی سے اور پوری مقبولیت کے ساتھ کیے جا سکتے ہیں وہ اس قسم کے ہو سکتے ہیں جن کی زیادہ ضرورت ہے: عقائد اہل سنت کی وضاحت۔عقائد اہل سنت کا اثبات۔ باطل اور حق پرست فرقوں کا تعارف ۔ سیرت رسول ﷺ کی تعیم ۔ مسائل شرعیہ کی عقلی و نقلی تفہیم ۔ جماعت اہل سنت کے علما، مدارس، تحریکوں، خانقاہوں اور اداروں کا تعارف۔ اعلام اہل سنت کی سوانحیات ۔ مسلمانوں کی سیاسی قیادت۔ معمولات اہل سنت کا دفاع وغیرہ وغیرہ۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ کریم ہمیں جذبہ تبلیغ، درد امت، احساس و شعور اور توفیق خیر عطا فرمائے ۔

§§§

# اعتراف

مصنف: حاجی بصیر سراج

اسکول میں ہر طرف خوشی کا سماں تھا آج سکول نویں اور دسویں کلاس کے درمیان میچ ہونا تھاپورے سکول کے بچوں کی زبان پر طلحہ کا نام تھا کیونکہ جب سے طلحہ اس سکول میں آیا تھا وہی ہر بار میچ جیت رہا تھا ۔میچ سے پہلے طلحہ اور حامد کا جب آمنا سامنا ہوا تو طلحہ نے مسکراتے ہوئے حامد کو دیکھ کر کہا ہارنے کے لیے تیار رہو ۔حامد نے بس خاموشی سے دکھا اور کہا ہار جیت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے ۔

پھر کچھ دیر بعد سکول کے گراونڈ میں یکا یک سب لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے ۔استاذہ صاحب کے آتے ہی کھیل شرع ہوگیا ۔طلحہ اور حامد کے مابین مقابلہ عروج پر تھا ۔آخر کھیل تقریبا دو گھنٹے تک چلتا ہوا آخری مرحلے میں پہنچ گیا ۔پانچ اسکور اور دو گیند کی دوری پر حامد کی ٹیم جیت کی دوری پر تھی ۔گراونڈ میں حامد کے نام کی پکاریں اس کی ہمت بڑھا رہی تھی ۔طلحہ کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو نا شروع ہوگئے تھے ہمیشہ سے جیت کا تغمہ اپنے سر سجانے والے طلحہ سے شکست ہوتی برداشت نہ ہورہی تھی اس کے ذہن میں کھیل شروع ہونے سے پہلے حامد کے کہے ہوئے الفاظ مسلسل گونجنے لگ گئے تھے کہ ۔''ہار جیت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے ''وہ اسی سوچ میں گم تھا جب سکول کے گراونڈمیں شور برپا ہوگیا۔

اس نے دیکھا کہ سب لوگ حامد کو مبارک باد پیش کر رہے ہیں اس کے والدین بھی حامد کو گلے لگاتے ہوئے دعائیں دیں رہے ہیں ۔اس کو اب اپنے والدین پر غصہ آنے لگا گیا وہ وہاں غصے سے اپنی کلاس کے کمرے میں جاکر بیٹھ گیا ۔اورہارنے کی شرمندگی سے رونے لگ گیا ۔اسی وقت اس کے ماں باپ وہاں آگئے اور طلحہ کو سمجھنے لگ گئے کہ تمہارے مخالفوں کو تمہاری وجہ سے دفاعی لائن میں ایک زبردست شگاف مل گیا ہے اور وہ شگاف تم ہی ہو۔

زندگی کی سب سے بڑی حقیقت اعتراف ہے۔ ایمان ایک اعتراف ہے۔ کیونکہ ایمان لا کر آدمی اپنے مقابلہ میں خدا کی بڑائی کا اقرار کرتا ہے۔ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اعتراف ہے۔ کیونکہ ان پر عمل کر کے ایک شخص بین انسانی ذمہ داریوں کا اقرار کرتا ہے۔

بیٹاتم کو حامدکی خوشی میں خوش ہونا چاہیے اور اس کواس کی جیت پر مبارک آباد دینی چاہیے ۔اعتراف کرنا چاہیے کہ اس نے کھیل اچھا کھیلا ہے ۔اور یہی اعتراف تمہاری جیت ہوگئی ۔اصل خوشی دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا ہے ۔

حامد نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور چلتا ہوا گراونڈمیں بنے سٹیج پر چڑھتا ہوا حامد کے سامنے جاکھڑا ہوا جہاں پر سب استاذہ اکرام حا مد کے ساتھ ساتھ اس کا بھی نام لے کر بلا رہے تھے۔سب سے پہلے اس نے حامد کو مبارک باد پیش کی۔ پھر مائیک پکڑے حامد کے ساتھ جاکھڑا ہوا وہاں موجود سب لوگ خاموشی سے اسے سننے لگا ۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ پچھلے سالوں سے میں ہی سکول میں جیتتا آرہا ہوں اور اس بار یہ بازی حامد لے گیا ہے میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ حامد نے اس بار مجھے سے زیادہ اچھا کرکٹ کھیلا ہے اس بار حامداس کھیل کا '' چمپین '' ہے ۔

میں نے آج سیکھا ہے کہ اعتراف تمام ترقیوں کا دروازہ ہے۔ مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اعتراف کے لیے آمادہ کرسکے۔ جب بھی ایسا کوئی موقع آتا ہے تو آدمی اس کو اپنی عزت کا سوال بنا لیتا ہے۔ وہ اپنی غلطی ماننے کے بجائے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خرابی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حتٰی کہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ جس غلطی کا صرف زبانی اقرار کر لینے سے کام بن رہاتھا اس غلطی کا اسے اپنی بربادی کی قیمت پر اعتراف کرنا پڑتا ہے۔اور میں بربادی کی کسی قیمتی پر آکر اعتراف نہیں کرنا چاہتا ہوں۔

بے شک ہار جیت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس نے یہ جملہ بولتے ہوئے حامد کی طرف دیکھا اور اسی وقت حامد نے طلحہ کی طرف دیکھا تو وہ دونوں مسکرانے لگے مسکراتے ہوئے طلحہ نے کہا کہ آخری بات جو میں آپ سب کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے میں اپنے استاذہ اپنے ماں باپ اور حامد کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اپنے علم و حکمت سے سمجھا کر بتایا کہ غرور و تکبر اور اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے یا ہارنے پر حسد کرنے کی بجائے دوسروں کی خوشی میں خوش ہوکر اپنی ہار کو جیت بنا کر خوش رہنا چاہیے شکریہ ۔

پورے حال میں تالیوں کی گونج گھوم رہی تھی طلحہ پرسکون ہوکر اپنی ناکامی کو بھول کر دوبارہ سے کامیابی حاصل کرنے کوشش میں مگن ہوگیا۔طلحہ کا یہی اعتراف اس کی جیت بن گیا تھا۔

§§§

# پولیتھین بیگز ، ایک خاموش قاتل

مصنف: حاجی بصیر سراج

پاکستان میں پلاسٹک کے بنے ہوئے شاپنگ بیگز جنہیں پولیتھین بیگ کہا جاتا ہے۔پولیتھین بیگ آنے سے قبل جب لوگ گھر کا سودا یا سامان لینے کے لئے بازار جاتے تھے تو اپنے ساتھ کپڑے کا تھیلا یا کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری لے کر گھر سے نکلتے تھے۔کپڑے کے تھیلے مارکیٹ میں سلے سلائے بھی ملتے تھے اور خواتین گھروں میں خود بھی سی لیتی تھی۔مگر آج آپ بازار کو رخ کریں تو آپ یہ دیکھ کر حیران نہیں ہونگے کہ ہر سوداسلف خریدنے والا ہاتھ پولیتھین بیگ تھامے ہوئے دکھائی دے گا ،ایک پاؤ لیموں سے لے کر کپڑوں تک ہر چیز آپ کو پولی تھین بیگز میں ملے گئی۔چونکہ پلاسٹک جدید کیمیائی صنعت میں بہت ہی سستی اور عام شے ہے جو ہماری زندگی میں کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ پلاسٹک کو آج ہمارے یہاں اس قدر اہمیت حاصل ہوچکی ہے کہ اس کے بغیر اب روزمرہ زندگی ادھوری لگتی ہے۔ہم روزانہ پلاسٹک سے بنائی گئی کوئی نہ کوئی چیز ضرور استعمال کرتے ہیں، جبکہ پلاسٹک کا سب سے زیادہ استعمال ہم پولیتھین لفافوں یا بیگز کی صورت میں کرتے ہیں۔ یہ بیگ یا لفافے وزن میں انتہائی ہلکے اور سستے ہوتے ہیں اور ہم انہیں کسی بھی طرح سے استعمال کرسکتے ہیں۔ ان ہی فائدوں کو دیکھ کر ہم ان کا بکثرت استعمال کرتے ہیں، لیکن اسکے مضر اثرات کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ ان پلاسٹک بیگز کو استعمال کے بعد پھینک دیا جاتا ہے، لیکن یہ اپنی کیمیاوی خصوصیات کے باعث مٹی، پانی یا ہوا میں گلنے سڑنے کے بجائے ہمارے ماحول کیلئے مضر اور ضرر رساں بن جاتے ہیں۔پاکستان میں ایک اندازے کے مطابق روزانہ 15سے29کروڑ پلاسٹک بیگز کا استعمال کیا جاتا ہے۔ 2004میں کئے گئے سروے میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ 2015میں پاکستان میں پلاسٹک بیگز کا سالانہ استعمال 122بلین تک پہنچ جائے گا۔اگر اس تعداد کو روزانہ کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے تو تقریبا پاکستان کی آبادی پر ایک پلاسٹک بیک فی کس روزانہ آتا ہے۔1965میں سویڈن کی ایک کمپنی نے پولیتھین بیگز کو متعارف کرایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ دنیا میں عام ہو گیا اورپاکستان میں پلاسٹک کے شاپر بیگز80کی دھائی میں شروع ہوئے اورپھر پورے پاکستان میں مشہور ہو گئے۔ اب تو دودھ اور دہی تک پولیتھین کے لفافوں میں بیچا جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی نے کھجور کی ٹوکریوں کو ختم کر دیا اور پولیتھین کی آمد نے کاغذی لفافوں کی مارکیٹ ختم کر دی۔ اب پولیتھین کے شاپر بیگوں نے پاکستان میں ماحول کو آلودہ کیا ہوا ہے، گٹر بند ہو رہے ہیں، نالیاں شاپر بیگ اور چپس کے بیگوں سے اٹی پڑی ہیں۔ کوڑے کیساتھ انہیں جلانے سے بیماریاں پھیل رہی ہیں۔کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں درجن بھر فیکٹریاں ہیں جو کہ پلاسٹک بیگز بناتی ہیں جو کہ کروڑوں بیگ روزانہ کی بنیاد پر بنا کر بیچ رہی ہیں۔

پلاسٹک ایک پولیمر ہے جو کہ ایک یا مختلف کیمیائی اجزاء سے مل کرتیار کیا جاتا ہے۔پلاسٹک کی عموماً دو اقسام استعمال کی جاتی ہیں، جن میں سے ایک قدرتی ہے، جو درختوں اور جانوروں سے حاصل کیا جاتا ہے، جبکہ پلاسٹک کی دوسری قسم لیبارٹری یا فیکٹری میں تیار کی جاتی ہے۔قدرتی پولیمر کی پہلی قسم کے دائرے میں نشاستہ یا اسٹارچ اور سیلولوس، جبکہ دوسری قسم میں پروٹین شامل ہے، جس میں لکڑی، ریشم، چمڑا وغیرہ آتے ہیں۔ قدرتی پولیمر کی تیسری وہ قسم ہے جس میں ڈی این اے اور آر این اے آتے ہیں، جو ہمارے نشوونما کے ضامن ہیں مصنوعی پولیمر دراصل لیبارٹریز میں تیار کیا جانے والا پلاسٹک ہے۔ اس کی عام اقسام میں پولی تھین، پولی اسٹیرین، سینتھیٹک ربڑ، نائیلون، پی وی سی، بیکولائٹ، میلامائن، ٹیفلون اور آرلون وغیرہ شامل ہیں۔پولی تھین دراصل ایک سیال مادہ ہے جسے باآسانی کسی بھی شکل و صورت میں ڈھالا جاسکتا ہے اور کسی بھی رنگ میں رنگا جاسکتا ہے، جبکہ اسے نرمی اور ملائمیت کی کسی بھی حد تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اسی خصوصیت نے اسے انتہائی سستے پولی تھین لفافوں، بیگ اور دیگر کارآمد اشیاء کی تیاری میں مقبول عام بنایا ہے۔پولی تھین یا پلاسٹک کا استعمال اب ہماری روز مرہ زندگی کا ایک لازمی جزو بن چکا ہے اور یہ استعمال دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ یوں تو پولیتھین کا استعمال ناگزیر بن چکا ہے، لیکن اسے استعمال کرنے کے بعد یونہی پھینک دینے کا سوال کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ہمارے خطے میں لوگ تو پولی تھین سے بنے لفافے اور تھیلے استعمال کرنے کے عادی ہوچکے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارے یہاں ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد صحیح ڈھنگ سے ضائع کر نے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ان لفافوں اور تھیلوں کو بلا تردد گلی کوچوں، سڑکوں، نالیوں، دریاؤں اور باغیچوں، حتٰی کہ اپنے گھروں کے صحن میں بھی بغیر سوچے سمجھے پھینک دیا جاتا ہے اور یہی لاپرواہی ہمارے ماحول کی آلودگی کا سب سے بڑا سبب بن چکی ہے۔ عام استعمال میں آنے والا پولی تھین اگرچہ ہمارا سستا دوست ہے لیکن ہماری ناسمجھی اور غفلت کی وجہ سے یہی سستا دوست ہمارا سب سے بڑا دشمن بنتا جارہا ہے ۔ماحول کو متوازی رکھنے کے بارے میں ہماری بے حسی اور لاعلمی کے باعث پولی تھین کی استعمال شدہ اشیاء گلیوں، نالیوں، دریاؤں اور جھیلوں میں اپنا مسکن بنالیتی ہیں، جو پانی کی نکاسی کے نظام کو درہم برہم کرنے اور خطرناک صورتحال پیدا کرنے کا ذمہ دار بنتا ہے۔ ملک کے مختلف شہری علاقوں میں پولی تھین سے نالیوں اور سیوریج کا بند ہونا ایک وباء بن چکی ہے۔ گندے پانی کے نکاس بند ہونے کے نتیجے میں تمام قریبی علاقوں میں بدبو، گندگی اور مختلف بیماریوں کو دعوت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ برسات کے موسم کی ذرا سی بارش بھی ایک سیلاب کا رخ اختیار کرلیتی ہے۔ دوسری جانب ہمارے آبی ذخائر پولی تھین لفافوں کی آماجگاہ بن رہے ہیں جن سے آبی حیات کا بری طرح متاثر ہونا لازمی بات ہے۔پاکستان کی متعدد جھیلوں اور دریاؤں میں پولی تھین سے بنائی گئی بے شمار اشیاء کو تیرتے، بہتے اور جمع ہوتے دیکھا جاسکتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ پاکستان کے پرفضاء پہاڑی علاقوں میں بھی پولی تھین اپنے برے اثرات پھیلا چکا ہے اور وہاں کی صاف ستھری آب و ہوا اور ماحول کو بھی متا ثر کرنے میں مصروف عمل ہے۔ پولی تھین کا استعمال ہماری بے احتیاطی کی وجہ سے جتنا عام ہوگا، اتنا ہی ہمارا ماحول بھی اس کے مضر اثرات سے متاثر ہوتا چلا جائے گا۔

پولی تھین چونکہ ایک نہ سڑنے والی شے ہے ، اس لئے یہ زمین کی ساخت اور زرخیزی کو بری طرح تہس نہس کر دیتی ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ پولی تھین زمین کی سانس کو بند کرکے اس کو منجمد کر دیتا ہے اور نباتات کو زمین سے جو غذا اور دوسرے اجزاء ملنے چاہئیں ان کی ترسیل میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں نباتات کی افزائش رک جاتی ہے اور زمین کی پیداواری صلاحیت بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو بارش کا پانی پولی تھین کی وجہ سے زمین کے اندر جذب نہیں ہوتا۔ اسی لئے ہمارے جنگلات بھی بری طرح سے متاثر ہوتے ہیں اور اکثر علاقوں کے جنگلات اور زرعی زمینیں پولی تھین کی وجہ سے اپنی ساخت اور صلاحیت کھو دیتی ہے، اور ہماری پیداوار گھٹتی چلی جاتی ہے۔قابل غور امر یہ ہے کہ سڑکوں، گلی کوچوں، نالیوں اور کھلی جگہوں پر پھینکے گئے پولی تھین بیگز ہمارے مویشی بھی کھالیتے ہیں جو ان کیلئے جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حال ہی میں ایک ویٹرنری ہسپتال میں جب ایک بیمار گائے کا آپریشن کیا گیا تو اس کے پیٹ سے کئی کلو وزنی پولی تھین کے بیگز نکلے۔ اس کے علاوہ ایک تحقیقاتی

ٹیم نے ایک مردہ گائے کا آپریشن کرکے اس کے پیٹ سے 40 کلو گرام پلاسٹک بیگز نکالے۔ اس طرح نہ جانے کتنے ہی مویشی پلاسٹک اور پولی تھین کھا کر زندگی کی بازی ہار چکے ہوں گے۔دوسری جانب پولی تھین بیگز میں استعمال کئے جانے والے رنگ بھی مضرصحت ہوتے ہیں، جن کے برے اثرات ہماری صحت کو متاثر کرسکتے ہیں۔ اگر ان لفافوں اور بیگز کو جلایا جائے تو ان کا دھواں ہوا کو زہر آلودہ کردیتا ہے۔یہ دھواں ہماری آنکھوں، جلد اور نظام تنفس پر بری طرح سے اثر انداز ہوتا ہے اور یہی دھواں سردرد کا موجب بھی بنتا ہے جوکہ جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔مختصر یہ کہ پلاسٹک اور پولی تھین اپنے ضرر رساں، مضر صحت اور انتہائی نقصان دہ اثرات سے انسانی زندگی، حیوانات و نباتات، چرند پرند اور ہمارے پورے ماحول کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کرتا ہے۔دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں تو پلاسٹک کے تھیلوں کے استعمال پر پابندی لگائی جاچکی ہے اور کئی ممالک پابندی لگانے پر غور کررہے ہیں۔پلاسٹک کے تھیلے یا پولیتھین بیگ کو عالمی سطح پر ناقابل استعمال قرار دیا جا چکا ہے۔کیونکہ ان کی وجہ سے ہم کئی بیماریوں اور مسائل کا شکار ہو رہے ہیں لیکن اسکا متبادل ذریعہ دریافت نہ کرنے کی وجہ سے اب یہ ہمارے معاشرے کا لازمی جز بن چکا ہے۔چین میں پلاسٹک بیگز کے لیے الگ سے پیسے دینے پڑتے ہیں جس کی وجہ سے پلاسٹک بیگز کے استعمال میں نمایاں کمی آئی ہے۔سائنسدانوں کے مطابق یہ تھیلیاں گلنے کے لئے اگر مٹی میں دبی ہو تو کم از کم ایک ہزار سال اور اگر پانی میں پڑے رہے تو تقریباً 4500 سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ اپنی ان منفی خصوصیات کی وجہ سے پولیتھین بیگز پوری دنیا کے ماحول کی لئے سنگین خطرہ ثابت ہورہے ہیں۔ وزن میں ہلکا ہونے کے باعث یہ بیگز ہوا کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں اور نالیوں اور سیوریج سسٹم تک پہنچ کر اسے بند کر دیتے ہیں۔ ان بیگز سے ماحول کے نقصان کو بچانے کے لئے سمجھدار قوموں نے شاپنگ بیگز کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے اور کئی ملکوں میں دکان داروں کو پابند کیا گیا ہے اس کا متبادل تلاش کرلیں۔بنگلہ دیش میں1988 اور 1998 میں آنے والا تباہ کن سیلاب کا ایک اہم سبب ان بیگز کو قرار دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ملک کا ڈرینج سسٹم فیل ہوگیا اور سیلابی کیفیت پیدا ہوگی۔

ماحول کو صاف ستھرا رکھنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ماحول کی آلودگی کے برے اور تباہ کن اثرات سے عوام کو با خبر نہ کیا جائے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اشیائے ضرورت لانے لیجانے کیلئے کپڑے، پٹ سن اور کاغذ کے تھیلوں اور لفافوں کے استعمال کو عام کیا جائے۔ ایسی اشیاء کی تیاری اور انہیں عوام میں مقبول بنانے کیلئے ہر سطح پر حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ حکومتی سطح پر پلاسٹک اور پولی تھین کے استعمال کے خلاف قوانین بنانے اور ان پر سختی سے عملدرآمد کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اس موذی اور ضرر رساں شے کے خلاف جہاں حکومت کو اپنے فرائض نبھانا ہوں گے، وہیں عوامی سطح پر بھی رضاکار تنظیموں کو بھی چاہئے کہ اپنے ارد گرد سے اس نقصان دہ عادت کو ختم کرانے میں اپنا بھرپور تعاون شامل کریں۔ پاکستان بھر میں قائم تقریباً 8 ہزار یونٹس میں سالانہ 55ارب پولی تھین بیگ تیار کرتے ہیں۔پنجاب حکومت پولیتھین کے شاپر بیگ بنانے والوں کے خلاف کریک ڈاؤن جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہماری حکومت اورضلعی انتظامیہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ پلاسٹک کے شاپنگ بیگز ہی ہمارے سیوریج سسٹم کی ناکامی کے ذمہ دار ہیں۔جس کی روک تھام کیلئے پنجاب حکومت صوبے بھر میں بلا امتیاز کارروائیاں کر رہی ہے محکمہ تحفظ ماحول پنجاب نے صوبے بھر میں عوام کو پولیتھین بیگز کے استعمال سے پیدا ہونے والے اثرات سے بچاؤ کے لیے جاری آپریشن کے دوران1674 ایسے مقامات کے دورے کیے جہاں غیر قانونی پلاسٹک بیگز تیار ہو رہے تھے۔خلاف ورزی کے مرتکب 317یونٹس میں سے 257 یونٹس کے خلاف چالان کر کے مقدمات ماحولیاتی ٹریبونل کو برائے کارروائی بھیج دیئے گئے ہیں۔وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف کی خصوصی ہدایت پر پنجاب کو آلودگی سے پاک صوبہ بنانے کیلئے تما م اضلاع میں بلا امتیاز کارروائیاں جاری ہیں۔حکومت پنجاب پولیتھین بیگز آرڈیننس 2002 کے تحت پہلے ہی ایسے پلاسٹک بیگزکی تیاری پر مکمل پابندی عائد کر چکی ہے۔محکمہ ماحول کی خصوصی ٹیموں نے پنجاب کے مختلف اضلاع میں باقاعدگی سے مہم جاری رکھی ہوئی ہے جس کے دورس نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

پلاسٹک بیگزکی تیاری کوروکنے کے لیے ضروری ہے کہ پلاسٹک بیگ کی کمپنیوں پر پابندی عائد کرکے جو کہ پنجاب حکومت کر بھی رہی ہے اس سے جڑے لوگوں کے لئے متبادل ذریعہ معاش کا انتظام کیا جائے۔ دوکانوں کے لئے ضرورت کے مطابق حکومتی سرپرستی میں کپڑے کے تھیلے بنائے جائیں جبکہ سبزی فروٹ وغیرہ کی خریداری کے لئے ٹوکریوں کا استعمال عمل میں لایا جائے۔ پلاسٹک کے کم استعمال سے ماحول کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ماحولیاتی آلودگی، اسباب اور حل کے لیے عوامی سطح پر

شعور و آگاہی کا انتظام کیا جائے۔اس کے علاوہ ہر پلاسٹک بیگ کے استعمال پر ٹیکس لگایا جائے تاکہ پلاسٹک بیگز کے استعمال میں کمی لائی جا سکے۔

صوبائی وزیر تحفظ ماحول بیگم ذکیہ شاہنواز کا کہنا ہے کہ ہماری روزمرہ زندگی میں پلاسٹک بیگ اگرچہ باکفایت سہولت پیدا کر رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بیگز انسانی صحت اور ماحول کے لئے انتہائی مضر ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء میں پلاسٹک بیگز کا بڑھتا ہوا استعمال کینسر سمیت دیگر موذی امراض کا باعث بن رہا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر حکومت پنجاب ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے اور اپنی آئندہ نسلوں کو محفوظ ماحول فراہم کرنے کے لئے پولیتھین بیگز کی مینوفیکچر نگ کی روک تھام کے لئے سنجیدہ اقدامات اٹھا رہی ہے۔ پنجاب کے تمام اضلاع میں روزانہ کی بنیاد پر تمام فیلڈ دفاتر میں پولیتھین بیگ بنانے والوں کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ جو آرڈیننس کی خلاف ورزی کے مرتکب پائے گئے، ان کے خلاف عدالتی کارروائی کی جا رہی ہے۔ ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کے لئے سوشل میڈیا کے ذریعے بھی پولیتھین بیگز کے نقصانات اور ان کی تلفی سے متعلق احتیاطی تدابیر کی ترسیل کے ذریعے اہم کردار ادا کیا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے ہمیں پلاسٹک بیگ کی بجائے کپڑے کے بیگ کے استعمال کے رجحان کو فروغ دینا ہے تاکہ ہم اپنے بچوں کو متوقع بیماریوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ اس ضمن میں این جی اوز کا کردار بھی قابل ذکر ہے۔

پرنسپل انوائرمینٹل سائنسز ڈیپارٹمنٹ ڈاکٹرسعید احمد قیصرانی کا کہناہے کہ پولیتھین بیگ یا لفافے وزن میں انتہائی ہلکے اور سستے ہوتے ہیں اور ہم انہیں کسی بھی طرح سے استعمال کرسکتے ہیں۔ ان ہی فائدوں کو دیکھ کر ہم ان کا بکثرت استعمال کرتے ہیں، لیکن اس کے مضر اثرات کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ ان پلاسٹک بیگز کو استعمال کے بعد پھینک دیا جاتا ہے، لیکن یہ اپنی کیمیاوی خصوصیات کے باعث مٹی، پانی یا ہوا میں گلنے سڑنے کے بجائے ہمارے ماحول کے لئے مضر اور ضرر رساں بن جاتے ہیں۔ ادارہ صحت مند ماحول کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور آلودگی میں کمی کے لئے تعلیم و تحقیق کے ذریعے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ہمارا ماحول عدم توجہی کے باعث انتہائی آلودہ ہوچکا ہے، جبکہ بے ہنگم ترقی اور اس کے ان دیکھے مضمرات بھی ہمارے ماحول کی آلودگی میں برابر کے ذمہ دار ہیں۔ کیمیاوی اشیاء کا لاپرواہی سے استعمال اور اس کے نتیجے میں غلاظت کا پھیلنا، ہمارے ماحول کو آلودہ کرنے کا بڑا سبب ہے۔ ہماری لاپرواہی کے نتیجے میں پانی، ہوا، زمین اور اس پر بسنے والے چرند و پرند حیوانات اور انسان، یہاں تک کہ ہمارے درخت اور پودے بھی آلودگی کا شکار ہوچکے ہیں۔ ہماری روزمرہ زندگی میں جتنی بھی غلاظت اور گندگی دیکھنے میں آتی ہے اسے مضر صحت نہ بننے دینا ہی آج ہمارا سب سے اہم چیلنج ہے۔ جب تک ہم اپنے ارد گرد کے ماحول کو صحیح طور سے نہیں سمجھ پائیں گے، اسے آلودگیوں اور کثافتوں سے پاک و صاف نہیں رکھ پائیں گے۔ ہم

جس ماحول میں سانس لیتے ہیں ، جب تک اسی ماحول کو ان تمام اشیا اور آلائشوں سے پاک نہیں رکھیں گے جو کثافت پھیلانے کی ذمہ دار ہیں، تب تک ہمارا دم گھٹتا ہی جائے گا اور ہمارے لئے سانس لینا بھی دشوار بن جائے گا۔آلودگی سے پاک ماحول کی فراہمی کے لئے ضروری ہے کہ پولیتھین بیگز کے استعمال کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے، خصوصًا کالے پولی تھین بیگز کا استعمال تو فوری طور پر ترک کیا جائے، جس سے نہ صرف سیوریج نظام بری طرح متاثر ہوتا ہے، بلکہ ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی تھیلیاں شہر کی خوبصورتی کو متاثر کرتی ہیں۔ ان پولی تھین بیگز کے استعمال کی بجائے کپڑے یا کاغذکی تھیلیاں استعمال کرانے کا عوام میں شعور بیدار کیا جائے، اس سلسلے میں شہری اور غیر سرکاری تنظیمیں اپنی قومی ذمہ داری کے لئے کردار ادا کریں۔

جنرل امراض ماہر ڈاکٹر جاوید اقبال کا کہنا ہے کہ پولی تھین بیگز مضرصحت ہونے کے باوجود اسکا استعمال عام ہے جو باعث تشویش ہے، اس کے برے اثرات ہماری صحت کو متاثر کررہے ہیں۔ اگرپولی تھین بیگز کو جلایا جائے تو ان کا دھواں ہوا کو زہر آلودہ کردیتا ہے۔جس سے نہ صرف سانس کی بیماریاں پھیل رہی ہیں بلکہ اسکے دھوئیں سے لوگوں کو کینسر کا مرض بھی لاحق ہورہاہے جو ہماری آنکھوں، جلد اور نظام تنفس پر بری طرح سے اثر انداز ہوتا ہے اور یہی دھواں سردرد کا موجب بھی بنتا ہے جوکہ جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔مختصر یہ کہ کھانے پینے کی اشیا کی ترسیل کے لیے پلاسٹک بیگز کی حوصلہ شکنی کرنے کی ضرورت ہے نیزپولیتھین کا بے دریغ استعمال خواتین میں بڑھتے ہوئے بریسٹ کینسر کی اہم وجہ ہے اس لیے اس کے استعمال کو ترک کرنا ہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

محکمہ تحفظ ماحولیات کے دپٹی ڈائریکٹر انجم ریاض کا کہناہے کہ شہریوں میں اشیائے خوردونوش کو پولی تھین تھیلیوں میں پیک کرنے کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھ رہاہے جو انسانی و حیوانی حیات کیلئے زہر قاتل ہے ،سڑکوں ،گلیوں ،نالیوں اور کھلی جگہوں پر پھینکے گئے پولی تھین بیگز سے ما حولیاتی آلودگی میں بے پناہ اضافہ ہورہا ہے، یہ بیگز استعمال کے بعد پھینکنے کے باوجود اپنی کیمیائی خصوصیات اور اثر رکھنے کی وجہ سے مٹی ،پانی یا ہوا میں گلنے سڑنے کی بجائے ہمارے ماحول کو بری طرح آلودہ کررہے ہیں،شہر میں سیوریج نظام کی تباہی اور آئے دن نالیوں اور گٹر کے بند ہونے کا ایک بڑا سبب پولی تھین بیگ ہیں، یہ شاپنگ بیگ ہمارے ماحول پر خطرناک حد تک منفی اثرات مرتب کررہے ہیں، حکومت کوشش کررہی ہے کہ پولیتھین بیگز کے استعمال کی بجائے کپڑے یا کاغذکی تھیلیاں استعمال کرانے کا شعور عوام میں بیدار کیا جائے، اس سلسلے میں محکمہ تحفظ ماحولیات اپنی ذمہ داری کیلئے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔حا ل ہی میں ہمارے محکمہ نے بند روڈ کے علاقہ میں کارروائی کی جہاں بیگز فیکٹر ی میں پندرہ مائیکرون سے کم وزن پلاسٹک بیگز تیار کئے جارہے تھے۔نیزحکومت کی طرف سے کالے رنگ کے شاپربیگز اور ایسے پولی تھین بیگز جنکی موٹائی 15مائیکرون سے کم ہے انکی تیاری ،فروخت ،استعمال اور درآمد ممنوع قرار دی ہے کالے شاپر بیگز میں مضر صحت رنگ دیگر پولیتھین شاپر بیگز کی نسبت 2سے 3گنا زیادہ ہوتا ہے ان میں کھانے پینے کی گرم اشیاء کا استعمال صحت کیلئے انتہائی خطرناک ہے 15مائیکرون سے کم موٹائی کے پولیتھین بیگز پر پابندی کی وجہ ضائع شدہ پولیتھین بیگز کی ری سائیکلنگ کو فروغ دینا ہے کیونکہ 15مائیکرون سے کم موٹائی کے ضائع شدہ پولیتھین بیگز میں ان کے اپنے وزن سے زیادہ گردوغبار ہوتاہے اور اس طرح نہ صرف اسکی ری سائیکلنگ مہنگی ہے بلکہ مشکل ہے اور ری سائیکلنگ سے وابستہ کمپنیاں اور افراد اسے نہیں خریدتے جسکی وجہ سے یہ گلیاں ،بازاروں اور سالڈویسٹ میں جمع ہوکر آلودگی کا باعث بنتے ہیں پولی تھین ویسٹ نے آلودگی کے ساتھ ساتھ شہروں کا جمالیاتی حسن بھی تباہ کرکھا ہے بلکہ سیورج سسٹم کی تباہی اور اُوورفلو کا باعث بھی ہیں کھلے عام پڑے پولی تھین بیگز بارش وغیرہ کا پانی سٹور کر کے ڈینگی مچھر کی افزائش کا باعث بھی بنتے ہیں نیز یہ فصلوں کی جڑوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جن کی وجہ سے پیداوار میں کمی ہوتی ہے کئی ممالک میں ان کے استعما ل پر پابندی عائد ہے مختلف ممالک میں ان کی وجہ سے سیورج سسٹم کے مسائل انتہائی شدت اختیار کر گئے تھے جس کی وجہ سے وہاں پر ان کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی وہاں عوام پٹ سن کے تھیلے استعمال کرتے ہیں۔ آلودگی سے پاک ماحول کی فراہمی کیلئے ضروری ہے کہ پولیتھین بیگز کے استعمال کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے، خصوصًا کالے پولی تھین بیگز کا استعمال تو فوری طور پر ترک کیا جائے۔نیزہم سب کی ذمہ داری ہے پلاسٹک کی بجائے کپڑے کے تھیلے استعمال کریں اگر اس پر کنٹرول نہ کیا گیا تو ماحول کو آلودہ ہونے اور فصلات کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ فصلات کے تباہ ہونے کا مطلب غذائی قلت کا سامنا یقینی ہے اسی طرح پولیتھین بیگز کی وجہ سے جہاں سیورج سسٹم متاثرہورہا ہے وہیں ہمیں صاف پانی کی قلت بھی نظر آرہی ہے۔اس کے حوالے سے محکمہ دو طرح سے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے ،اول ،2002آرڈنینس کے مطابق جوفیکٹری 15مائیکرون سے کم موٹائی کے پولیتھین بیگز تیار کرتی اس کے خلاف کریک ڈاؤن کیا جاتاہے۔ہمارے محکمے کی کارروائی کے نتیجہ میں اس وقت معتدد کیسز عدالت میں چل رہے ہیں اور قانون یہ ہے کہ کالے اور 15مائیکرون سے کم موٹائی والے شاپنگ بیگز کی تیاری ،فروخت ،استعمال اور درآمد ممنوع اور قانونا جرم ہے ،اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو 50ہزار روپے جرمانہ اور3ماہ قید یا دونوں سزائیں اکٹھی ہو سکتی ہیں اور دوسرا بینرز اورسوشل میڈیا کے ذریعے اس کے استعمال سے منع کیا جاتا اور لوگوں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ کپڑے اور کاغذ کے بیگز استعمال کریں اور ماحول کو صاف بنائیں۔

§§§

# سیدھا راستہ

مصنف: اسد احمد

فیضان بہت پیا را بچہ تھا اپنے امی ابو کا راج دُلارا تھا فیضان کے ابو محنت مزدوری کرکے فیضان کو تعلیم دلوارہے تھے فیضان کی امی بھی فیضان کا بہت خیال رکھتی تھیں ،غربت کے باوجود والدین فیضان کی ہرخوشی کاخیال رکھتے تھے ،اچھا کھانا پینا تعلیم اچھا لباس کھیل کود سیر و تفریح غرض یہ کے فیضان کو ہر چیزٹائم پہ مہیاہوتی تھی بعض دفعہ تو والدین خود بھوکے سو جاتے مگر فیضان کو کسی قسم کی تنگی نہیں آنے دیتے تھے فیضانپانچویں کلاس میں ہوا تو فیضان کی امی نے فیضان کی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنی شادی کی واحدنشانی سونے کی انگوٹھی بیچ کر فیضان کو سائیکل لے دی فیضان بہت خوش ہو ا کہ اسے سائیکل مل گئی ہے اب فیضان کو پیدل اسکول نہیں جانا پڑتا تھا ، فیضان پڑھائی میں بہت اچھا تھا ہمیشہ فرسٹ پوزیشن لیتاتھاسب کچھ ٹھیک چل رہا تھا،جب فیضان آٹھویں کلاس میں ہوا تو ایک امیر باپ کے ضدی بیٹے وِکی سے فیضان کی دوستی ہوگئی وِکی بہت ضدی اور پڑھائی میں نکمہ تھا وکی اپنی موٹر سائیکل پر سکول آتا تھا اورفیضان کی پرانی سائیکل دیکھ کر بہت ہنستا تھا اور فیضان کا مذاق اڑاتاتھا ،اساتذہ فیضان سے بہت خوش تھے اور وکی ہمیشہ اساتذہ سے ڈانٹ کھاتا تھا وکی فیضان کو اکثر الٹی سیدھی باتیں کر کے اُکسانے لگا ایک دن وکی نے فیضان سے کہاتم بھی موٹر سائیکل لے لو پرانی سائیکل کی جان چھوڑ دو،پہلے تو فیضان نے وکی کی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیا مگر وکی نے بھی ٹھان رکھی تھی کہ فیضان کو پڑھائی میں خود سے آگے نہیں جانے دے گا ،اور اپنی طرح نکمہ کرے گا تاکہ اساتذہ فیضان کی قدر نہ کریں۔

آخر کار وکی اپنے ارادے میں کامیاب ہونے لگا،فیضان ہر روز والدین سے موٹرسائیکل کی ضدکرنے لگا فیضان کے والدین کے پاس اتنے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے فیضان کے والدین پریشان رہنے لگے تھے،فیضان کے سالانہ امتحان نزدیک تھے اور فیضان نے اپنی ضد میں پڑھائی پرتوجہ بھی کم کر رکھی تھی،والدین نے فیضان کو بہت سمجھایا کہ پڑھ لکھ کر جب بڑے آدمی بنو گے تو ہر چیز تمھیں آسانی سے مل سکے گی یہ وقت بہت قیمتی ہے اسے ہاتھ سے مت گنواؤ مگر فیضان وکی کی وہی باتیں دوہراتاکہ آپ مجھے پیار نہیں کرتے ورنہ مجھے وکی کے ابو کی طرح ہر قیمتی چیز لے کر دیتے،وکی ٹھیک کہتا ہے آپ مجھے اپنی خاطر پڑھا رہے ہیں تاکہ میں بڑھاپے میں آپ کو پیسے کما کے لا کر دیا کروں فیضان کے والدین جب ہر طرح سے فیضان کو سمجھا کرتھک گے تو انھوں نے اپنے چھوٹے سے گھر کا آدھا حصہ بیچ کر فیضان کی ضد پوری کرنے کا فیصلہ کرلیا وکی کے سارے ارادوں کی خبر فیضان کے بہت اچھے دوست آصف کو ہوگئی اور آصف نے فیضان کو ساری بات سے اگاہ کیا فیضان ساری بات سن کر حیران پریشان اور کشمکش کے عالم میں اسکول سے چھٹی کے وقت گھر جا رہا تھاکہ فیضان کی سائیکل راستے میں ایک پتھر سے ٹکرا گئی پاس ہی ایک بزرگ جو کہ بھیک مانگ رہا تھا اس نے فیضان کو زمین سے اٹھنے میں مدد دی ،اور ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر فیضان سے بزرگ نے پوچھا بیٹا کیسے گر گئے؟ فیضان کو معمولی خراش آئی تھی فیضان بڑبڑانے لگا اگر والدین میری بات مان لیتے موٹر سائیکل لے دیتے تو میں پرانی سائیکل سے نہ گرتا ،

بزرگ نے کہا شکر ادا کرو کہ! یہ سائیکل کی وجہ سے معمولی چوٹ آئی ہے موٹر سائیکل کی چوٹ بہت بری ہوتی ہے یہ دیکھو بیٹا میرا ایک بازو موٹرسائیکل سے گرنے سے ہی ضائع ہوا تھا فیضان نے جب بزرگ کا ایک بازو کٹا ہوا دیکھا تو بہت خوف زدہ ہوا اور بزرگ سے پوچھنے لگا یہ کب اور کیسے ہوا بابا جی؟بزرگ نے بتایا:بیٹا میں تمھاری عمر کا تھا اور یہ میری اپنی ضد اور نا فرمانی کی وجہ سے ہوا ،ورنہ شاید آج میں بھکاری نہیں ہوتا پڑھا لکھا افسر ہوتا میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا میرے والد مجھے اپنی طرح افسر بنانا چاہتے تھے مگر میں نے بری صحبت میں پڑ کر والدین کی محبت کو فراموش کر دیا تھا ان کے خلوص سے دیے ہوئے سائیکل کو ٹھکرا کر موٹر سائیکل کی ضد تو پوری کروا لی تھی مگر اس کا نتیجہ اب تک بھگت رہا ہوں میری موٹر سائیکل کے آگے پتھر ہی آیا تھا جسے میں دیکھ نہیں سکا تھا اور بری طرح سڑک پر جا گرا تھا میرے بازو کو ایک تیز رفتار گاڑی کچل گئی تھی میری ماں میرے ایکسیڈنٹ کی خبر برداشت نہ کر سکی اور اللہ کو پیاری ہوگئی میرے والد میری دیکھ بھال کی وجہ سے افس نہیں جا سکتے تھے میرے والد نے ہر ممکن کوشش کی کہ میرا بہتر علاج ہو سکے مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا میرے والد صدمے سے بیمار رہنے لگے اور ذ ہنی مریض ہوگئے والد کی جمع پونجی سب ختم ہوگئی اور ایک دن والد بھی مجھے چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے۔میں آج بھی پچھتاتا ہوں کاش اپنے والدین کی نا فرمانی نہ کرتا، بیٹا دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔

(۱)انسان جتنی زیادہ بلندی سے نیچے گرتا ہے چوٹ اتنی ہی زیادہ گہری آتی ہے۔

(۲)کچھ لوگ راستے میں پڑے ہوئے پتھروں کی طرح ہوتے ہیں جوہماری زندگی میں آتے ہیں جنہیں ہم بروقت پہچان کر ٹھوکر سے نہ بچ سکیں تو ہمیں بہت گہری چوٹیں لگ سکتی ہیں جو ہماری ساری زندگی تباہ و برباد کر سکتی ہیں،اور ہماری زندگی میں کچھ لوگ ٹریفک کے اشاروں کی طرح بھی ملتے ہیں جو ہمیں راستہ بتاتے ہیں مگر والدین ہمارے لیے ایک چراغ کی مانندہوتے ہیں جو ہر سیدھا راستہ کی طرف روشنی دیکھاتے ہیں بس ہمیں اگر زندگی کا سفر آسانی سے طے کرنا ہے تو اپنے والدین کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔بزرگ کی باتیں سن کر فیضان بہت پشیمان ہو ا اورفیضان کو احساس ہوا کہ جانے انجانے میں وہ بہت بڑی غلطی کرنے جا رہا تھا فیضان کے لیے بزرگ فرشتہ بن کر آیا تھا جس سے فیضان کو ایک پل میں پوری زندگی بہتر بنانے کا سبق ملا تھا ،فیضان کے دل پربزرگ کی باتوں کا بہت اثر ہوا فیضان نے بزرگ کا شکریہ ادا کیا اور فوراً گھر جا کر اپنے والدین سے معافی مانگی اور آئندہ کبھی ضد نہ کرنے اور دل لگا کر پڑھائی کرنے کا وعدہ کیا فیضان کے والدین بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا ،فیضان نے خود سے عہد کیا کہ وہ خود بھی پڑھے گا اور وکی کو بھی سیدھے راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا،فیضان کی محنت رنگ لائی آٹھویں کلاس میں فیضان نے فرسٹ اور وکی نے دوسری پوزیشن حاصل کی دونوں دوست بہت خوش ہوئے سب اساتذہ نے فیضان اور وکی کوشاباش دی۔ختم شدہ

§§§

# میرا بکرا

مصنف: اسد احمد

بقر عید کی آمد آمد تھی اور ہر جگہ قربانی کے جانوروں کی منڈیاں سج گئ تھیں۔ جب سے برابر والے مرزا صاحب اپنا بکرا لے آ تھے ہم نے تو ابا جان کی جان کھالی تھی کہ بس اب بہت دیر ہوگئی چلیں بکرا منڈی ۔۔۔سب لوگ جانور لے آ ہیں ۔ میں اپنی پسند کا بکرا لونگا ۔وغیرہ وغیرہ۔ ابا جان کب سے ٹال رہے تھے مگر آج ہمارے آنسوؤں نے انہیں بھی موم کردیا اچھا چلو تم بہت ضدی ہو گ ہو۔ چاچا کے ساتھ چلتے وہ ایک دو دن میں جائیں گے مگر میری رٹ کے آگے مجبور ہوگ ۔اور ان کی ہاں سنتے ہی ہم لگے منڈی جانے کی تیاری کرنے ۔ برابر والے مرزا صاحب سے مول تول کی بابت دریافت کیا تو ہوش ہی اڑ گ مگر چہرے سے بلکل ظاہر نہیں ہونے دیا کہ پیسے بجٹ سے باہر ہیں ۔خیر ابا جان کی موٹر سائیکل پر بیٹھے اور ہوا کی طرح منزل یعنی منڈی کی طرف روانہ ہو ۔ واہ منڈی کیا تھی قربانی کے جانوروں کا ایک سمندر تھا تا حد نگاہ تک ۔ ہم نے ایک سمت سے اپنا گوہر نایاب ڈھونڈنا شروع کیا ۔ ابا جان ہر بکرے کی شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے مگر ہمیں جس ہیرے کی تلاش تھی وہ نظر نہیں آرہا تھا ۔ خیر ہم نے بھی ہمت نہیں ہاری ایک جگہ وہ ہمیں نظر آ ہی گیا۔ سفید رنگت ،لمبے گھومے ہو سینگ ،سرمگیں آنکھیں ،،چہرے پر بلا کی نخوت ۔

جیسے اپنی اہمیت سے واقف ہو۔ ابا جان یہی ہے یہی ہے ہم خوشی سے دیوانے ہوگ ۔ بھاؤ تاؤ کے لمبے اور تکلیف دہ دورانیہ کے بعد بکرے کی رسی ہمارے ھاتھ آئ ۔ ابا جان مستقل بڑبڑ ارہے تھے کہ سونے کے سینگ لگے ہیں جو اتنا مہنگا دیا ہے بس ہماری ضد سے مجبور ہوگ ۔ اب اگلا مرحلہ اس بکرے کو گھر لے کر جانے کا تھا ۔ ابا جان نے مجھے اور بکرے کو دو لوگوں کی مدد سے رکشہ پر سوار کرایا ۔ اور خود اسکوٹر پر پھیچے پھیچے ہوا ۔ ٹھنڈی ہوا کا اثر تھا کہ بکرے صاحب نے کچھ ہلنا جلنا شروع کردیا اور تھوڑا رسی گھسیٹنے لگے ہم نے رکشے والے کو کہا بھیا زرا تیز چلاؤ گھر قریب آگیا ہے بکرے کے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے ۔ جیسے ہی ہم نے اپنی گلی کا ٹرن کاٹا پتہ نہیں کیسے بکرے میاں نے ایک اڑان بھری اور رکشے سے باہر ۔ ہم ابھی صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے کہ ابا جان کی آواز کان میں پڑی ۔ پھیچے بھاگو شہیر ۔ بکرا تو گیا ۔ بس آؤ دیکھا نہ تاؤ ھم بھی اس کے پھیچے بھاگے ۔ اچانک بکرے نے بریکیں لگائیں اور پلٹ کر ہماری طرف رخ کرکے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاؤں کے کھر زمین پر مارنے لگا ھم نے سکینڈ کے ہزارویں حصے میں اس کی نیت جان لی اور پلٹ کر بھاگے اب صورتحال یہ تھی کے ھم آگے تھے اور بکرا اپنی بڑی بڑی سینگوں کا رخ کا ہماری طرف دوڑا چلا آرہا تھا۔ ہماری سانس بھاگ بھاگ کر نہ اندر تھی نہ باہر آخر ایک گھر کا دروازہ ہمیں کھلا دکھا اور ہم لپک کر اندر گھس گ خیر سے وہ ہمارا ہی گھر تھا ۔ کچھ پتہ نہیں کہ ابا جان نے بکرے کو کیسے قابو کیا بس اس وقت تو ہم سب بھول بیٹھے تھے ۔ دوسرے دن کچھ ہوش ٹھکانے آ تو باہر آکر بکرے کو دیکھا جسے تین رسیوں سے باندھا گیا تھا اور وہ کھانا کہلانے والوں کو بھی قریب نہیں آنے دے رہا تھا ۔ مورل آف اسٹوری یہ ہے کہ ھمیشہ بڑوں کا کہنا ماننا چاہیے کیونکہ ان کی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے ۔ بے جا ضد کا انجام یہی ہوتا ہے۔ حرما رضوان

§§§